

## 133060- ادنی اور اعلیٰ ملازمتوں اور پیشوں کے متعلق اسلام کا موقف

### سوال

کیا اسلام کچھ ملازمتوں اور پیشوں کے بارے میں یہ موقف رکھتا ہے کہ وہ ابتریا برتر ہیں؟ کیا انسان بڑی پوسٹوں اور مناصب کی تمنا کرے؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر رضامندی کے منافی بات ہے؟ یہ بھی بتلائیں کہ تمنا اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر رضامندی دونوں میں تعارض کب پیدا ہوتا ہے؟ اگر کوئی انسان معاشرے میں پائے جانے والے بڑے عمدوں کی تمنا کرے تو یہ دنیا سے زہد سے متصادم چیز ہے؟ یعنی بڑے عمدے کی تمنا کیا محسن دنیاوی چاہت کے زمرے میں آتا ہے یا یہ معمول کی چیز ہے اس سے شریعت منع نہیں کرتی۔

### پسندیدہ جواب

اول :

اللہ تعالیٰ نے دنیا آخرت کی تیاری کے لیے بنائی ہے، چنانچہ انسان دنیا کے ذریعے آخرت کی تیاری کرتا ہے اور دنیا کو آخرت کے لیے معاون بناتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ واضح فرمایا کہ زمین اور اس میں پائی جانے والی ہر چیز انسان کے لیے ہے تاکہ ان چیزوں کے ذریعے وہ آخرت کی تیاری کرے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾۔

ترجمہ: وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے ہی زمین میں جو کچھ ہے پیدا کیا ہے۔ [البقرة: 29]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلِيلًا مَنْهَا وَأَغْوَيْتُمْ رِزْقَهُ وَإِنَّهُ الشَّوَّافُ﴾۔

ترجمہ: وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر بنا یا الہام اس کے اطراف و اکناف میں چلو اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف تم نے اکٹھے ہونا ہے۔ [الملک: 15]

ابن کثیر رحمہ اللہ کستہ ہے:

”یعنی: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم زمین میں جہاں مرضی چلو، اس کے مختلف علاقوں اور گوشوں میں بار بار آؤ اور جاؤ، تلاش معاش کے لیے اور تجارت کرنے کے لیے۔“ ختم شد  
”تفسیر ابن کثیر“ (8/179)

بہت سی آیات اور احادیث میں روزی کمانے کی ترغیب پائی جاتی ہے کہ زمین میں تلاش معاش کے لیے دوڑ دھوپ کرو، اس لیے کہ تم دولت کا وصرف جمع کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ آپ کو دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، آپ اس دولت کے ذریعے صدھ رحمی کریں، اور اپنے رب کی اطاعت گزاری کے لیے اس دولت سے مدد حاصل کریں۔

ابن قیم رحمہ اللہ دولت کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر مال کو خیر قرار دیا ہے، مثلاً: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿كَيْتَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَصَرَ أَهْمَنْ لَهُوَ ثُرَكَ خَيْرًا لِوَصِيَّةِ الْوَالِدَيْنِ وَالآثِرَيْنِ﴾۔ ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو خیر یعنی مال چھوڑنے کی صورت میں والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت لکھنا فرض قرار دے دیا گیا ہے۔ [البقرة: 180] اسی طرح ﴿فَإِنَّ لَحْبَ النَّفَرِ لَشَدِيدٌ﴾۔ ترجمہ: یقیناً انسان خیر یعنی مال سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ [العادیات: 8]۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو جان کے تحفظ کا ذریعہ بنایا ہے، اسی

لیے مال کی حفاظت کا حکم بھی دیا چنانچہ عورتوں، بچوں اور بیوقوف لوگوں سمیت دیگر افراد کو مال دینے سے روکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مال کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: (پاکیزہ مال جب کسی نیک فرد کی ملکیت ہو تو سب سے اچھا مال ہوتا ہے۔) اس حدیث کو امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اسی طرح سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں: "دولت جمع کرنے والے ایسے شخص میں کوئی خیر نہیں ہے جو حلال ذرائع سے دولت جمع کرتے ہوئے یہ نیت نہیں کرتا کہ: میں اس دولت کے ذریعے بھکاری پن سے بچوں گا، اور صلہ رحمی کروں گا، اور دولت کامالی حق ادا کروں گا۔" ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "سلف صالحین دولت کو دین کے معاون سمجھا کرتے تھے" اسی طرح محمد بن منکدر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "مالی فراوانی؛ تقویٰ کے لیے بہترین معاون ہے۔" سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: "آج کل کے دور میں دولت مومن کا سلسلہ ہے۔" یوسف بن سباط رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب سے دنیا پیدا کی گئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک دولت اتنی فائدہ مند نہیں ہوئی تھی آج ہے۔" اللہ تعالیٰ نے مال کو بدنی حفاظت کا سبب بنایا ہے، اور جب بدن محفوظ ہو گا تو عقل بھی محفوظ ہو گی اور یہی عقل معرفت الہی کا ذریعہ ہے، اسی کی وجہ سے ایمان لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتے ہیں، امداد و دولت دنیا کی آبادکاری کی باعث ہے، اسی طرح اخروی کامیابی کی بھی باعث ہے۔۔۔

دولت کے چند فوائد: دولت کی موجودگی میں انسان عبادت اور اطاعت۔ بجالاتا ہے، دولت کے ذریعے ہی جو اور جاد کا دروازہ کھلا ہے، دولت ہو تو انسان واجب اور مسحی اخراجات کرتا ہے، اسی کے ذریعے غلام آزاد کرنے کی نیکی کی جاتی ہے، اللہ کی راہ میں چیزیں وقft ہوتی ہیں، مساجد کی تعمیر ہوتی ہے، پل وغیرہ بنتے ہیں۔ دولت کے ذریعے ہی نکاح ہوتا ہے جو کہ تہائی میں نفل عبادات کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے، اسی طرح دولت اخلاقی قدر، مروت کی بنیاد ہے، جو دو سماں کی صفت بھی دولت کے ذریعے ہی رونما ہوتی ہے، دولت ہو تو عزت محفوظ ہوتی ہے، دولت کے ذریعے انسان دوستوں اور بجا یوں کے دل مودہ لیتا ہے، دولت خرچ کر کے بلند درجات حاصل کیے جاتے ہیں، دولت خرچ کر کے ان لوگوں کی رفاقت حاصل ہو سکتی ہے جو پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، بلکہ دولت توجہت کے اعلیٰ بالاخانوں تک پہنچنے کی سیر ہے، اسی دولت کی وجہ سے انسان نچلے ترین گھر ہے تک بھی گر سکتا ہے، دولت معزز شخص کی عزت کا باعث ہوتی ہے، جیسے سلف صالحین میں سے کسی نے کہا: "عزت کام کرنے سے ملتی ہے اور کام مال کے بغیر نہیں ہوتے۔" ایسے ہی کچھ سلف صالحین تو ایسے بھی ہیں جو دعا ہی یہ کرتے تھے: "یا اللہ امین تیرے ان بندوں میں سے ہوں جس کے لیے دولت انتہائی ضروری ہے۔" دولت اللہ تعالیٰ کے بندے پر راضی ہونے کے اسباب میں شامل ہے، بالکل ایسے ہی دولت اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بھی ہے۔ "مختصر آخرت شد

"عدۃ الصابرین" (ص221-223)

دولت کے ذریعے حاصل ہونے والے اتنے عظیم مقاصد کو پانے کے لیے انبیاء کے رام اور رسولوں نے بھی محنت مزدوری کی ہے، کچھ نے مختلف پیشے اپنائے ہیں، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی میبوث فرمایا اس نے بکریاں ضرور پر جانی ہیں۔) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا: آپ نے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں، میں بھی کہ میں چند کوڑیوں کے عوض اہل مکہ کی بکریاں پر جانیا کرتا تھا۔) صحیح مخاری: (2143)

اسی طرح ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چاہو طالب کے ہمراہ تجارت بھی کی ہے، پھر اپنی الیہ سیدہ خدیجہ کے سرماںئے سے تجارت کرتے رہے، اور یہ سیرت میں مشور و معروف بات ہے۔

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سیدنا زکریا علیہ السلام بڑھتی تھے) مسلم: (2379)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام کی حرفت کے بارے میں بتایا: (وَسَعَتْنَا مَعَ دَاوُدَ إِبْرَاهِيمَ لِسْبَحَنَ وَالظَّفَرَ وَلَلَّفَاظَّنَّ وَالْعَذَنَاهَ صَنْعَتَهُ كَبُوسٌ لِكُلِّ شَعْصَمٍ مِنْ بَأْسَنْمٍ فَلَنْ آنْثُمْ شَاكِرُونَ). ترجمہ: اور داود کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا کہ وہ ان کے ہمراہ تسبیح کیا کریں اور یہ تسبیح ہم ہی کرنے والے تھے۔ [79] اور ہم نے داود کو تمہارے لیے زرہ بنانے کی صنعت سکھلا دی تھی تاکہ تمہیں لڑائی کی زد سے بچائے۔ پھر کیا تم شکر گزار بنتے ہو؟ [الانبیاء: 79-80]

سیدنا خالد بن معدان، مقدم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے اچھا کھانا بھی کسی نے نہیں کھایا، یقیناً اللہ کے بنی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔) بخاری: (1966)

دیکھیں کہ سیدنا داود علیہ السلام بنی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت بڑی بادشاہت سے نوازا تھا، لیکن اس کے باوجود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے، چنانچہ آپ لو بے کی زربیں بن کر انہیں فروخت کرتے تھے۔

اسلام نے تلاش معاشر کے لیے وہر قریب و دوڑھوپ کرنے کی تاکید کی ہے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ذوالجہاز عکاظ دونوں ہی دور جاہلیت کے بڑے تجارتی مرکز ہوا کرتے تھے، چنانچہ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ایسے تجارتی مرکزوں میں جا کر تلاش معاشر سے گزیر کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿إِنَّ عَلَيْهِمْ بَيْنَ أَنَّ يَنْتَهُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ یعنی حج کے موسم میں تجارتی سرگرمیاں کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحیح بخاری: (1681)

فقطانے کرام اور محدثین نے اس بات کو بڑی صراحة سے بیان کیا ہے، چنانچہ امام بخاری کی کتاب المیوع میں باب قائم کرتے ہیں کہ: "باب ہے تجارت کے لیے باہر نکلنے کے بارے میں، اور فرمان باری تعالیٰ کے بارے میں: ﴿فَإِنَّ شَرِيفَةَ وَالنَّارِ ضِيقَةٌ وَّاَنْتَوْا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ ترجمہ: پس تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ [ابجع: 10] پھر اس کے بعد ابو موسیٰ اشتری رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا، جس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں کہتے ہیں: "مُجَھِّے بازاروں میں خرید و فروخت نے غافل کر دیا۔" ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا عمر تجارت میں مصروف رہے۔ "اس حدیث کو امام بخاری: (1956) اور مسلم: (2153) نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کرتے ہیں:

"ابن نفیر حاشیہ میں لکھتے ہیں: یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد تجارت کے لیے آنے اور جانے کی اجازت ہے، چاہے تجارت کے لیے دور ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ مخالف ایسے شخص کے جو بازار میں لین دین کرنے سے ناک بھوں چڑھائے اور بازار نہ جائے۔" ختم شد  
"فتح ابخاری" (4/349)

اسی طرح امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ: "باب ہے سمندر میں تجارت کرنے کے بارے میں" اسی طرح ایک باب یہ قائم کیا: "زرگر اور سناروں کے بارے میں باب"، ایک باب میں کہا: "ٹھلانی کرنے والے اور لوہار کے بارے میں باب" ایسے ہیں درزی، جولاہ، اور بڑھی کے بارے میں بھی الگ الگ باب قائم کیے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان ابواب کو قائم کر کے ان کے تحت احادیث ذکر کیں اور دلیل سے ثابت کیا کہ یہ کام کرنا شرعی طور پر جائز ہیں، انہیں بطور پیشہ اور حرفت اپنایا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اسلام روزی روٹی کمانے اور کام کرنے کی ترغیب نہیں دیتا تو یہ گمان بالکل صحیح نہیں ہے۔

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بڑھی، لوہار، اور چروہا وغیرہ جیسے پیشے کم درجوں کے پیشے میں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اس بات کے غلط ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ یہ تینوں پیشے اللہ تعالیٰ کی سب سے بہترین مخلوق یعنی انبیاء کرام نے اپنائے ہیں۔

دوم:

اسلام اس بات سے نہیں روکتا کہ انسان کسی بھی اچھے عمدے پر ہو، یا اس کی ملازمت اچھی ہو، بلکہ اسلام تو اس کی ترغیب دیتا ہے کہ انسان کو بہتر سے بہترین عمدے اور ملازمت پر ہونا چاہیے، اس سے بڑھ کر اسلام ترغیب دیتا ہے کہ انسان بڑے سے بڑا عمدہ تلاش کرے اور اس کے لیے خوب جدوجہد بھی کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ عمدے کی تلاش کی وجہ سے

دینداری پر کوئی منفی اثر نہیں پہنچا سکتے ہے، کہ انسان استقامت پر نہ رہے، اسی لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ظاقور مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مومن کے مقابلے میں زیادہ محبوب اور بہتر ہے۔ اگرچہ نیر سب میں ہے۔) صحیح مسلم: (2664) حدیث مبارکہ میں نیر کا فقط نکرہ استعمال ہوا ہے جس میں دنیا اور آخرت دونوں جانوں کی نیر شامل ہے۔

البته اسلام میں کچھ پیشوں کو اپنانے کی کراہت موجود ہے، چنانچہ اسلام نے ان سے بچنے کا حکم دیا ہے جیسے کہ ابن محبیہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جام [سینگی لگانے والے] کی اجرت کے بارے میں اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا، انہوں نے بار بار پھر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس کام کی اجرت سے اپنے پانی پلانے والے اونٹ کو چار اڑال دو اور اپنے غلام کو کھلا دو۔) اس حدیث کو ابو داود: (3422) اور ترمذی: (1277) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"علمائے کرام کا اس مسئلے میں اختلاف ہے: جسوراً إلی علم اس بات کے قائل ہیں کہ جام کی اجرت حلال ہے۔۔۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ پیشہ ایسا ہے کہ جس میں گھٹیا پن پایا جاتا ہے، [سینگی لگاتے ہوئے قدیم طریقے کے مطابق خون کو منہ سے چو سا جاتا تھا، جس سے کسی کا خون منہ میں آتا تھا۔ مترجم] لیکن یہ حرام نہیں ہے؛ اس لیے انہوں نے ممانعت کو کراہت تنزیہ پر محول کیا ہے۔" ختم شد  
"فتح اباری" (4/459)

آپ رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں کہ :

"ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد شخص کے لیے سینگی لگانے کے عمل کو تنزیہ اچھا نہیں سمجھا؛ کیونکہ اس میں گھٹیا پن پایا جاتا ہے، جبکہ اسی کام کی اجرت غلام کو کھلانے کا حکم اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جام کی اجرت کھانے کی ممانعت کو کراہت پر محول کرنا لازم ہے، اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔" ختم شد  
"المغنى" (6/133)

مذکورہ بالا تفصیل سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ کچھ ایسے پیشے اور ملازمتیں ہیں جن کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں انہیں "گھٹیا" کہہ سکیں، مثلاً: سینگی لگانا، کوڑا جمع کرنا، اور حمدواری کا کام وغیرہ۔

تاہم یہاں کچھ باتوں پر تنہیہ کرنا چاہیں گے :

1- اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ انہیں بطور پیشہ اپنا نام حرام ہے، اس کی تفصیلات پہلے گزرنچی ہیں۔

2- کچھ پیشے ایسے ہوتے ہیں جو معاشرے کے کچھ افراد کے لیے مناسب ہوتے ہیں؛ کیونکہ وہ ان کاموں کے علاوہ کوئی کام کر بھی نہیں سکتا، لہذا اگر یہ افراد ایسے کم درجے کے پیشے اپنالیں توان کے لیے بے روزگاری اور لوگوں سے زکاۃ خیرات وصول کرنے سے بہتر ہے۔

3- اس میں کوئی دورانے نہیں ہے کہ مسلم سماج کو ان پیشوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ پیشے معاشرے کی ضرورت بھی میں؛ کیونکہ اگر چند دن کے لیے بھی کوڑا کر کت جمع نہ کیا جائے تو پورے سماج کے لیے زندگی ابھر بن جائے گی، جس کا واضح مطلب یہ ہو گا کہ وہ بھی امراض پھیلینے لگے گیں، اسی لیے اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ ان پیشوں میں کام کرنے والے افراد کے لیے ضروری ہے کہ انہیں پر کش بنانے کے لیے اقدامات کرے تاکہ لوگ ان پیشوں کو اپنانے سے گریزان نہ ہوں۔

4- ان پیشوں کے ساتھ ملک افراد کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے کہ اگر کسی کو اپنی لعیم جاری رکھنے کا موقع کسی بھی وجہ سے نہیں مل سکا، یہ کوئی عقلی طور پر کمزور ہے، یا کسی کے حالات نے اسے ان پیشوں کو اپنا نے پر مجبور کر دیا تو بلاشبہ یہ لوگ ان سے بہتر ہیں جو لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں، اور اپنے آپ کو ذلیل و رساکرتے ہیں۔

سوم:

اسلام دینی یاد نیا وی عروج حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر عدم رضامندی کا اظہار ہے؛ کیونکہ دینی یاد نیا وی عروج و ترقی حاصل کرنے کے لیے اس باب اختیار کرنے ہوں گے، لہذا اللہ تعالیٰ نے ترقی و عروج کے مقرر فرمایا ہے ان اس باب کو اختیار کرنے سے عام طور پر اہداف اور مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔

جبکہ انسان اسی دینی یاد نیا وی ترقی کے حصول کے لیے ناجائز درائع استعمال کرے مثلاً: جعل سازی، دھوکا دھی، جھوٹ، یار شوت وغیرہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، اور انسان کا مقصد یہ ہو کہ کسی بھی طرح سے ظاہری چکا چوندر کھنے والے دینیا وی مفادات حاصل کرے چاہے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے، اور پھر اس دینیا وی فائدے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف نہ کرے تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہے، یہی وہ شخص ہے جو غلطی پر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی مال اور جاہ کی حرص کے حوالے سے ایک بہترین مثال پیش کی ہے جو کہ کعب بن مالک انصاری رضنی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بکریوں میں چھوڑے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنی تباہی نہیں چاتے جتنی انسان کی دولت اور جاہ کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔) اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ (2376) نے روایت کیا ہے اور ابافی رحمہ اللہ نے اسے "سنن ترمذی" میں صحیح قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کستہ میں:

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حرص، دینیا وی زندگی کی چاہت، مال و سلطان کی شکل میں دینیا کی نواہشات انسان کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ہیں، جیسے کہ ترمذی میں سیدنا کعب بن مالک انصاری رضنی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بکریوں میں چھوڑے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنی تباہی نہیں چاتے جتنی انسان کی دولت اور جاہ کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔" ختم شد

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور جاہ یعنی چودھراہٹ کی حرص کی مذمت فرمائی اور بتلایا کہ یہ انسان کے دین کو بھوکے بھیڑیوں کے بکریوں کے رویوں کو تباہ کرنے سے زیادہ یا اس کے برابر نقصان پہنچاتے ہیں۔

"مجموع الفتاویٰ" (20/142)

ابن قیم رحمہ اللہ کستہ میں:

"دولت وہی قابل مذمت ہے جسے غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا گیا ہو، جسے کماحتہ خرچ نہ کیا جائے، جو دولت انسان کو اپنا غلام بنالے، انسان کے دل پر دولت کا قبضہ ہو جائے، اور اسے اللہ اور آخرت سے غافل کر دے؛ تو ایسی دولت میں سے وہی قابل مذمت ہو گی جس کے ذریعے انسان غلط مقاصد حاصل کرے، یا غلط مقاصد حاصل تونہ کرے لیکن اچھے مقاصد سے غافل ہو جائے لہذا قابل مذمت دولت کو غلط مقاصد کا ذریعہ بنانے والا شخص ہے نہ کہ دولت، اسی لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (درہم و دینار، اور کمپے لئے کا غلام بننے والا شخص تباہ و برباد ہو گیا۔) صحیح بخاری: (2730) تو اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مادی چیزوں کی غلامی اختیار کرنے والے کی مذمت فرمائی ہے، درہم و دینار کی نہیں۔۔۔" ختم شد

"عدۃ الصابرین" (ص221، 222) (222)

دنیا سے بے رغبتی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان تلاش معاش کے لیے کچھ نہ کرے، اور بڑے عمدوں پر براجحان نہ ہو۔

آخری بات: بڑے عمدوں اور مناصب کی تلاش اور جستجو صرف اسی شخص کے لیے جائز ہے جو ان کا خدا رہا اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھے انداز سے نجاتے، چنانچہ اگر کوئی شخص غلط طریقے سے ان مناصب کو حاصل کرے، یا حاصل کرنے کے بعد اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کم اچھتہ نہ کرے، بلکہ اس منصب کو لوگوں پر خلم کرنے اور مقصود بنا نے کے لیے استعمال کرے، ہمیشہ اپنے آپ کو لوگوں پر برتکھجے، یا اپنے منصب کے ذریعے مال جمع کرے؛ پاہتے حرام ذرائع سے کیوں نہ ہو، تو پھر ایسی صورت میں منصب اور عمدہ انسان کے لیے قیامت کے دن وباں ہو گا۔

اسی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (تم امارت کی لائج کرو گے اور یہی امارت تمہارے لیے قیامت کے دن نہ امتحان کا باعث ہوگی)۔ بخاری: (7148)

اسی طرح صحیح مسلم: (1825) میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اللہ کے رسول! آپ مجھے کہیں پر اپنا گورنر مقرر کر دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ مارا، پھر فرمایا: (ابوذر! آپ اس کے لیے موزوں نہیں ہیں، یہ بہت بڑی امانت ہے، اور یہ عمدے قیامت کے دن رسوانی اور نہ امتحان کا باعث ہوں گے، سو اے ان لوگوں کے جو ان عمدوں کو صحیح طریقے سے حاصل کریں اور پھر اس کی تمام تر ذمہ داری حسن و خوبی کے ساتھ نجاتیں)۔"

علامہ نووی رحمہ اللہ "شرح صحیح مسلم" میں کہتے ہیں:

"یہ حدیث مبارکہ بڑے سرکاری عمدوں سے بچنے کے لیے بہت بھی عظیم اصول پر مشتمل ہے، نصوصاً ایسے شخص کے لیے جس میں متعلقہ عمدے کی ذمہ داری نجاتے کی صلاحیت نہ پائی جائے۔ جبکہ حدیث مبارکہ میں مذکور رسوانی اور نہ امتحان کا مطلب ہے کہ جو اس ذمہ داری کا اہل نہ ہو، یا بذات خود اہل تو تھا لیکن اس نے ذمہ داری سنبھال کر عدل نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سب کے سامنے رسوا کرے گا، جس پر اسے اپنی کوتاہی اور سستی پر نہ امتحان ہو گی، لیکن جو شخص اس ذمہ داری کا اہل تھا، اور ذمہ داری سنبھالنے کے بعد عدل بھی کیا تو اس کے لیے بہت عظیم فضیلت بھی ہے، اس حوالے سے متعدد صحیح احادیث میں، مثلاً: وہ حدیث جس میں سات افراد کو اللہ تعالیٰ سایہ عطا فرمائے گا۔۔۔، اور اس کے علاوہ بھی دیگر احادیث ہیں۔ اس موضوع پر مسلمانوں کا اجماع ہے، لیکن جو کنکریہ معاملہ کافی حساس اور خطرناک ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدے لینے سے خبردار کیا، اسی لیے علمائے کرام بھی عمدے لینے سے خبردار کرتے آئے ہیں، چنانچہ سلف صالحین میں سے متعدد لوگوں نے عمدے لینے سے انکار کر دیا، اور انکار کرنے پر انہیں تکلیفیں دی گئیں جس پر انہوں نے صبر بھی کیا۔" ختم شد

واللہ اعلم